اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۱۱)

گذشتہ مضامین میں تفصیل سے اس الزام کا جواب دیا گیا کہ ''اسلام ظلم وتشدد کا مذہب ہے اور اس میں انسانی حقوق کی کوئی رعایت نہیں''۔ آیات قرآنیہ اور مختلف احادیث سے بطور قطع ثابت ہوا کہ اسلام میں بدترین گناہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ ظالم اور اس کی مدد کرنے والے سے دنیا اور آخرت دونوں میں انتقام لوں گا چاہے ظالم مسلمان اور مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں عرب والوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے قبیلہ اور رشتہ داروں کی حمایت کرتے تھے، چاہے وہ ظالم ہوں یا مظلوم، وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ زیادتی کس کی طرف سے ہے۔ آپسی معاہدے بھی اسی بنیاد پر ہوتے تھے کہ ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہے چاہئے ظلم ہی میں شرکت کیوں نہ ہوئے، مگر اسلام نے تعصب پر مبنی اس نظریہ کو بدل دیا۔ پہلے تو قرآن مجید نے اعلان فرمایا۔ مفہوم ''نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور دیکھو گناہ اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بننا'' (سورہ مائدہ، آیت:2) یہ ایسا فیصلہ کن اعلان ہے کہ جسے کسی بھی جھوٹی تاویل یا بہانہ سازی سے بدلا نہیں جاسکتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمایا ''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے مظلوم ہو چاہے ظالم'' لوگوں نے حیرت سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کیا فرمارہے ہیں؟ مظلوم کی مدد تو کرنا چاہئے، مگر ظالم کی مدد کیوں کریں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ دور جاہلیت کا قانون تھا اور آج تو اسلام کا دور دورہ ہے۔ یہ آپؐ کیا ارشاد فرمارہے ہیں؟ رسولؐ اللہ نے تشریح فرمائی کہ اگر اپنا کوئی بھائی ظلم کا مرتکب ہورہا ہو تو اس کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روک دو۔ اس کا ہاتھ پکڑلو اور ظلم نہ کرنے دو۔ قرآنی آیت اور ارشاد رسول اللہ نے ایسے تمام معاہدوں کو باطل کالعدم قرار دیا کہ جن کی وجہ سے ظلم میں شرکت ہوجائے۔ ظلم سے دفاع کے لئے کہتے تو مسلمان آپسی معاہدہ کرسکتے ہیں۔ کسی پر ظلم کرنے کے لئے کسی معاہدہ کو بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ایسا کوئی بھی معاہدہ دور جاہلیت اور عربوں کی پرانی عصبیت کی یادگار تو ہوسکتا ہے، قرآن مجید اور رسولؐ اسلام کی تعلیمات کا آئینہ دار نہیں ہوسکتا۔

مناسب ہوگا کہ ظلم کے خلاف پیغمبر اسلامؐ کے چند مزید ارشادات پیش کردئے جائیں ''جو ستمگر کا ساتھ دے وہ مجرم ہے اور اللہ مجرموں سے انتقام لے گا'' ظالم کے چہرے پر عمداً نگاہ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے'' اب انصاف فرمائیے کہ جب ظالم کے چہرے پر نگاہ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے تو ظالم کا ساتھ دینا اور اس سے بڑھ کر خود ظلم کرنا کتنا بڑا گناہ ہوسکتا ہے۔ ''ظالم کا ساتھ دینے والا اسلام سے خارج ہے''۔ اب قارئین خود قضاوت کریں کہ جب ارشاد رسول اللہؐ کے مطابق ظالم کا ساتھ دینا اسلام سے خارج کردیتا ہے تو خود ظالم دین اسلام پر کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ یہ ساتھ دینا زبان سے بھی ہوسکتا ہے اور قلم سے بھی اور ظلم کے واقعات سن کر خاموش رہ کر بھی۔ اب جو حضرات ظالموں کی حمایت میں زبان وقلم استعمال کرتے ہیں یا ظلم پر خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔ وہ خود اپنا احتساب فرمائیں۔

اسلام میں مظلوم اور ستم رسیدہ کے لئے مسلمان ہونا

شرط نہیں ہے۔ بس مظلوم اور مدد کا محتاج ہو تو اس کی مدد ہر مسلمان پر بقدر امکان واجب ہے۔ یہی تعلیمات اسلامیہ ہیں اور یہی سیرت محمدیہؐ ہے۔ دلیل کے طور پر ایک تاریخی واقعہ پیش خدمت ہے۔ ابتداء اسلام کا زمانہ ہے اور ابھی لوگ پیغمبر اسلامؐ سے صورتاً زیادہ واقف نہیں ہیں۔ قبیلہ اوس کا ایک شخص اپنا اونٹ فروخت کرنے مکہ معظّمہ آتا ہے۔ اتفاق سے ابوجہل نے اونٹ پر تو قبضہ کرلیا۔ مگر قیمت دینے سے انکار کردیا۔ جیسے کہ آج کل داداگیری ہوتی ہے۔ علاقہ کے دادا ہیں جس ہوٹل میں چاہا مع اپنے ساتھیوں کے کھا پی لیا اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے باہر نکل آئے، ہوٹل والے کی ہمت نہیں کہ بل پیش کرسکے۔ جس دکان پر گئے جو دل چاہا لے لیا، قیمت دینے کا کوئی سوال نہیں اور دکاندار کی جرأت نہیں کہ مانگ سکے۔ ابوجہل عرب کا سردار ہے۔ آنے والا غریب پردیسی ہے۔ لہذا اونٹ ہڑپ کرلیا اب قیمت وصول کرسکو تو کرلو، وہ ستم کا مارا روتا ہوا کعبہ کے قریب پہنچا۔ دیکھا کچھ عرب کے سردار وہاں جمع ہیں۔ سارا ماجرا ان سے بیان کیا اور مدد کا طالب ہوا۔ اسی وقت حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ ایک گوشہ میں مصروف عبادت تھے۔ عرب کے ان کافر سرداروں کو ایک خطرناک مذاق سوجھا۔ رسول اللہؐ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ سامنے جو شخص اپنے طریقہ سے عبادت کررہا ہے، اس کی ابوجہل سے بہت دوستی ہے، اگر یہ سفارش کردے گا تو تمہاری رقم مل جائے گی، دو ہی صورتیں ہوسکتی تھیں یا تو رسول اللہؐ ابوجہل کی دشمنی کے سبب مدد سے انکار کردیتے تو انہیں کہنے کا موقع ملتا کہ مظلوموں کے بڑے ہمدرد بنتے ہیں مگر مدد نہیں کی اور اگر مدد کے لئے جائیں گے تو صرف بے عزتی ہاتھ لگے گی۔ دونوں طرح مضحکہ اڑانے کا موقع ملے گا۔ رسولؐ اللہ نے اس مظلوم کی فریاد سنی، یہ نہیں پوچھا کہ مسلمان ہو یا نہیں، کلمہ پڑھا ہے یا نہیں۔ فوراً عبادت چھوڑ کر اس کے ساتھ روانہ ہوئے عرب کے ان سرداروں نے پیچھے پیچھے اپنا ایک جاسوس روانہ کردیا، رسولؐ اللہ نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ فرمایا محمدؐ ہوں۔ تاریخ کہتی ہے دوڑتا ہوا آیا دروازہ کھولا، ابوجہل کے چہرے کی رنگت زرد تھی۔ اے محمدؐ کیا بات ہے کیوں آئے ہو؟ فرمایا فوراً اس کے اونٹ کی قیمت ادا کرو۔ کہا اتنی اجازت دو کہ گھر کے اندر سے لے آؤں۔ دوڑتا ہوا گیا پوری قیمت لاکردی۔ اے محمدؐ اور کوئی حکم ہو تو بتاؤ۔ فرمایا آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ قبیلہ اوس کا وہ شخص خوشی خوشی سرداران مکہ کے پاس پہنچا اور شکریہ ادا کیا کہ تم لوگوں نے بالکل صحیح آدمی کو بھیجا تھا۔ میری رقم فوراً مل گئی۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جس کو جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔ اس سے پوچھا کہ تم واقعہ بتاؤ۔ جاسوس نے کہا، وہ جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مسلمانوں کے رسولؐ نے جیسے ہی ابوجہل کو آواز دی وہ دوڑا ہوا نکل آیا اس طرح سے کہ چہرے کا رنگ زرد تھا۔ جو محمدؐ کہتے جاتے تھے وہ کرتا جاتا تھا۔ سرداروں نے دیکھا سامنے سے ابوجہل چلا آرہا ہے۔ سرداران مکہ جھلا کر بولے۔ تجھے موت آجائے تجھے ہوا کیا تھا۔ ابوجہل بولا میں خود نہیں بتاسکتا کہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔ محمدؐ کی آواز سنتے ہی ایسا لگا میری روح نکل جائیگی۔ بس جیسا وہ کہتے گئے میں کرتا گیا۔ اس واقعہ میں لطیف پہلو یہ ہے کہ ابوجہل رسولؐ اسلام کی روحانی طاقت سے اتنا ٹرانس میں آگیا تھا کہ اگر فرماتے کہ کلمہ پڑھ لو تو پڑھ لیتا، مگر مظلوم کی مدد کے لئے تو طاقت کا استعمال ہوا وہ روحانی ہی سہی مگر کلمہ پڑھوانے کے لئے نہیں، کیونکہ اسلام سختی سے اس نظریہ پر قائم تھا کہ ''دین میں کوئی جبر نہیں''۔ رسولؐ اللہ نے مثال قائم فرمائی کہ دیکھو مظلوم و ستم دیدہ کی مدد کرو چاہے، وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، ہمارے بعض مسلمان حکمراں بھی کافروں کی مدد فرماتے ہیں، مگر مظلوموں کی نہیں، بلکہ ظالموں کی وہ بھی مسلمانوں پر ہی ظلم ڈھانے کے لئے

ببین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۲۲؍اپریل ۲۰۱۱ء)

(۱۲)

گذشتہ مضامین میں ظلم کے موضوع پر قدرے تفصیل

سے گفتگو ہوئی۔ اسلام میں ظلم وعدل کے سلسلہ میں اس کثرت سے احادیث موجود ہیں کہ ان کے بیان کے لئے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ اسلامی قوانین کا مقنن اللہ ہے جو ارحم الراحمین ہے اور مبلغ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو رحمۃ للعالمین ہیں، لہٰذا اس میں عدل ہی عدل ہے، ظلم کا شائبہ بھی نہیں۔ علماء علم اخلاق نے تحریر فرمایا ہے کہ ظلم کا سرچشمہ اور اسباب چند چیزیں بنتی ہیں **(۱) جہالت:** جہالت اور نادانی ظلم کی بنیاد بن جاتی ہے جیسے کہ کالے رنگ کی قوموں پر ظلم ہوتا رہا ہے۔ اس جاہلانہ تصور کے ساتھ کہ سفید پوست ان سے برتر ہیں اور سیاہ پوست ان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا جس طرح ہندوستان میں ہزاروں برس دلتوں پر اس احمقانہ نظریہ کے ساتھ مظالم ہوتے رہے کہ وہ بھگوان کے پیروں سے پیدا کئے گئے ہیں، لہٰذا ان کا کام صرف خدمت کرنا ہے، جب کہ اس نظریہ کو پیش کرنے والے اس حقیقت کو بھول گئے کہ سر کی سربلندی پیروں ہی کے سبب ہے، اگر پیر سہارا نہ دیں تو سر زمین پر نظر آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے یہاں جہالت کا گزر نہیں۔ جہاں علم عین ذات ہو وہاں جہالت کی گنجائش کہاں؟ لہٰذا یہ بنیادِ ظلم اُس کے یہاں موجود نہیں۔ **(۲) خوف:** ظلم کے ارتکاب کا ایک سبب خوف بھی ہے۔ ایک ملک کا سربراہ دوسرے ملک پر صرف اس خوف سے حملہ کر دیتا ہے کہ کہیں وہ حملہ میں پہل کر کے اسے تباہ نہ کر دے اور اس طرح سے وہ ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یا جس طرح سے شاہان وقت اور ڈکٹیٹر، جمہوریت نوازوں اور آزادی کے متوالوں پر اس لئے ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں کہ کہیں یہ آزادی کی تحریک زور نہ پکڑ جائے اور ان کا تخت پلٹ نہ جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی حکومت کے لئے کسی سے خطرہ نہیں جو وہ معاذ اللہ ایسے کسی اقدام کا مرتکب ہو۔ **(۳) ضرورت واحتیاج:** کبھی کبھی انسان کو اس کی احتیاج ظلم پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر اپنی نااہلی یا بے لیاقتی کے سبب وہ کسی چیز سے محروم ہے تو وہ چاہتا ہے کہ دوسرے سے چھین کر حاصل کرلے اور اس طرح سے وہ ظلم وستم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بنیاد ظلم بھی موجود نہیں کیونکہ ہر ایک اس کا محتاج ہے اور وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ **(۴) لالچ وخود غرضی:** ان دو نفسانی بیماریوں کی وجہ سے انسان ظلم کرتا ہے۔ چاہتا ہے دوسروں کا حق چھین لے۔ زیادہ سے زیادہ کا مالک بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں یہ سرچشمۂ ظلم بھی نہیں پایا جاتا، کیونکہ کائنات کی ہر شئے کا وہ خود مالک ومختار ہے اور ذرہ ذرہ اپنے وجود میں اس کا محتاج ہے۔ **(۵) خباثت نفس:** کچھ لوگوں کو دوسروں کو اذیت پہنچا کر لذت ملتی ہے۔ جسے Sadism کہا جاتا ہے، لیکن ایسا محض دوسروں کو اذیت پہنچا کر تو لطف حاصل کرتا ہے، مگر ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ خود اپنی اولاد کو اذیت پہنچا کر بھی وہ خوشی محسوس کرلے۔ اللہ کی محبت اپنی مخلوق سے ایک ماں کی محبت سے ستر گنا سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا اس کی ذات پاک میں یہ سبب ظلم بھی ناپید ہے۔ جب یہ ثابت ہوا کہ تمام اسباب ظلم سے اس کی ذات پاک ومنزہ ہے تو اب اس کے بنائے ہوئے قانون میں ظلم کا گزر نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے انتہائی قیمتی جملہ ارشاد فرمایا: ”**یحتاج الی الظلم الضعیف** (کمزور انسان ظلم کا سہارا لیتا ہے)“ ہمارا تصور تو یہ ہے کہ ظلم وہ کرتے ہیں جو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، لیکن امامؑ نے برعکس تصور پیش فرمایا ہے کہ ظلم کا سہارا وہی لیتا ہے جو خود مختار و کمزور ہوتا ہے، جب ہم غور کرتے ہیں تو اس کے ارشاد کے معانی سامنے آتے ہیں کہ سہارا وہی لیتا ہے جو کمزور ہوتا ہے۔ طاقتور کو سہارے کی ضرورت نہیں۔ ظلم کا سہارا لینا ثابت کرتا ہے کہ ظالم خود کمزور ہے اور چھینتا وہی ہے جو خود محروم ومحتاج ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی سے چھین لینا انکشاف کرتا ہے کہ اگر محتاج نہ ہوتا تو چھیننے کی ضرورت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن مجید میں اعلان ہے ”اللہ تعالیٰ تمام عالموں کی مخلوقات پر ظلم کا ارادہ تک نہیں کرتا“ (سورہ آل عمران، آیت ۸)

نہ صرف یہ کہ اللہ ظلم نہیں کرتا، بلکہ ظلم کا حقیقی منتقم وہی ہے۔ تمام مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کو اس نے یقین دلایا ہے

کہ ظالم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ رسول اسلامؐ کا ارشاد ہے: ''جس دن ظالم سے انتقام لیا جائے گا، وہ دن اس دن سے کہیں سخت ہوگا کہ جب ظالم نے مظلوم پر ظلم کیا ہے۔'' ایک مقام پر ارشاد رسالت ہے: ''مظلوم کی دنیا سے ظالم اتنا نہیں لے پاتا جتنا مظلوم ظالم کے دین سے لے لیتا ہے۔'' ظلم کے موضوع پر انتہائی اہم ارشاد ہے: ''تمام دنیا ختم ہو جائے اس کی اہمیت اللہ کے نزدیک کمتر ہے، اس بات سے کہ بے گناہ کا خون بہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے: ''اگر کسی نے ظالم کا ساتھ دیا چاہے اس کی دوات میں روشنائی کیوں نہ بھری ہو یا اسے قلم کیوں نہ دیا ہو یا اس کے لئے تھیلی کا منھ کیوں نہ باندھا ہو (یعنی بظاہر انتہائی معمولی کام کیوں نہ انجام دیئے ہوں) ایسے مددگار بھی اللہ کے انتقام سے بچ نہیں پائیں گے۔'' ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور اسلام کی نگاہ میں مسلمان صرف وہی ہے جو نہ خود ظلم کرے نہ کسی ظالم کا ساتھ دے۔

اسلام تو ایسا آئین رحمت ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک پر ظلم سختی سے ممنوع ہے۔ آج تحریکیں چلائی جارہی ہیں کہ جانوروں پر ہونے والا ظلم روکا جائے۔ این.جی.اوز بن رہی ہیں، مگر اسلام جانوروں کے حقوق کی حفاظت میں پیش قدم ہے اور ان کی حمایت میں قوانین وضع کر چکا ہے۔ ارشاد رسالت مآبؐ ہے: ''اگر کسی نے کسی جانور حتیٰ کہ ایک چھوٹی سی چڑیا پر بھی ظلم کیا تو قیامت کے دن میں اس کے دشمن کی حیثیت سے آؤں گا'' دوسری حدیث میں ارشاد ہے: ''اگر کسی نے بلا وجہ ایک گوریا کو بھی مار دیا تو وہ ننھی چڑیا میدان حشر میں اللہ سے فریاد کرے گی کہ فلاں شخص نے بلا وجہ میری جان لی۔'' اب دہشت گرد سوچیں کہ جب اسلام میں کسی جانور کو بھی بلا وجہ مارنا سختی سے منع ہے اور ظلم میں شمار ہوتا ہے تو دھماکوں سے ہزاروں لاکھوں بے گناہوں کو مار دینا کیسے اسلام قرار پائے گا؟ اور جب حدیث اعلان فرمارہی ہے کہ اگر بلا وجہ کسی نے ایک چڑیا کو بھی مار دیا تو رسول اسلامؐ ایسے شخص کے دشمن کی حیثیت سے میدان حشر میں تشریف لائیں گے۔ اس بات سے اس جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے جو بھولے بھالے مسلم نوجوانوں کو امریکہ اور اسرائیل کے زرخرید ملا مولوی سمجھاتے ہیں کہ اگر کسی مزار، مسجد، درگاہ، امام بارگاہ، اسکول یا بازار میں تھے، اپنے کو بم سے اڑا لیا تو رسول اللہ جنت میں دسترخوان پر تمہارا استقبال کریں گے۔

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۶ رمئی ۲۰۱۱ء)

(۱۳)

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین رحمت کا سرچشمہ ہیں اور اس کی ہر شق آئینہ بردار رحمت الٰہیہ ہے۔ کسی مسلمان کو کسی بھی بہانے سے نہ تو ظلم کرنے کی اجازت ہے اور نہ کسی ظالم کا ساتھ دینے کی۔ یہاں تک کہ کسی کافر و غیر مسلم پر بھی زیادتی کرنے کا اسلام روادار نہیں ہے، بلکہ معاملہ اس سے بھی وسیع تر ہے اور قرآن مجید میں مسلمان کی تعریف (Defination) اس طرح سے پیش کی گئی ہے۔ مفہوم: ''تم کیا بہترین امت ہو، جو تمام انسانوں کے فائدے کے لئے سامنے لائی گئی ہے۔'' (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) آیۂ کریمہ میں نہ لفظ مسلمان ہے اور نہ مومن بلکہ 'الناس' ہے، یعنی پوری انسانیت جس میں کافر و مشرک سب داخل ہیں۔ آیۂ قرآنیہ کے مطابق ایک مسلمان اس وقت بہترین امت کا مصداق بن سکے گا، جب وہ انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کر رہا ہو، کاش مسلمان اس آیۂ کریمہ کے معنی سمجھ سکیں۔ ظلم کرنا تو بہت دور کی بات ہے ایک مسلمان کو غیر جانبدار اور لاپروار ہنے کی بھی اجازت نہیں، بلکہ قرآن مجید کی نگاہ میں مسلمان صرف وہ ہے جو دوسروں کے نفع کے لئے کام کر رہا ہو اور اس نفع پہنچانے میں اسے مسلم یا غیر مسلم کی تفریق نہیں کرنا ہے۔ آج جو مسلمان، اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کا شکار بن کر یا اپنی ناجائز حکومتوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہا رہے ہیں، وہ اپنے کریہہ چہرے اس آیۂ کریمہ کے صاف و شفاف آئینہ میں دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ وہ کس حد تک مسلمان ہیں اور خاص طور سے وہ علما اور زعماء جو

ایسی ظالم حکومتوں کی حمایت کرتے چلے آئے ہیں، وہ مذکورہ آیۂ کریمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں۔

مذکورہ بالا آیۂ کریمہ کی روشنی میں حضور سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف دو طرح سے وارد ہوئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے، مفہوم: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے ہر مسلمان محفوظ رہے'' دوسری جگہ ارشاد ہے، مفہوم: ''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے سب انسان محفوظ رہیں'' یعنی نگاہ رسالت میں مسلمان صرف وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی انسان کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ اسی طرح سے ایک اور ارشاد رسالت ہے، مفہوم: ''مسلمان وہ ہے جس کی طرف سے اس کے ہمسایہ کا دل مطمئن رہے'' اس سے زیادہ قیمتی اور پُرمعنی جملہ دنیا کے کسی بھی معلم اخلاق کی زبان سے نہ آج تک صادر ہوا ہے اور نہ ہو سکے گا۔ ارشاد گرامی میں لفظ ہمسایہ ہے جو مسلم بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی۔ ایسے ہمسایہ کو یقین کامل اور اطمینان خاطر ہو کہ میرے برابر میں ایک مسلمان رہ رہا ہے اور کیونکہ وہ مسلمان ہے، لہٰذا اس سے مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی آیتوں اور اپنے ارشادات کی عملی تصویر رہے ہیں۔ تاریخ میں واقعہ درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لئے جا رہے ہیں، اصحاب کرام کا مجمع ساتھ ساتھ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی کہ ایک بوڑھی عورت پانی کی ایک بھاری مشک کاندھوں پر لئے جا رہی ہے (چمڑے کا ایک بڑا تھیلا جو کچھ عرصہ قبل تک پانی بھرنے کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ بوڑھی عورت سے بوجھ اٹھ نہیں رہا ہے۔ آپؐ فوراً آگے بڑھے اور اس کے کاندھوں سے مشک اتار کر اپنے کاندھوں پر رکھ لی۔ یہ نہیں پوچھا کہ مذہب کیا ہے۔ بوڑھی خاتون سے دریافت کیا کہ گھر کا پتہ بتایئے، میں وہاں پہنچا دوں۔ صحابۂ کرام دوڑ کر آئے اللہ کے رسولؐ یہ مشک ہمیں دے دیجئے، آپ زحمت نہ فرمایئے۔ رسولؐ اللہ نے انکار فرما دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ آگے آگے وہ بوڑھی خاتون پیچھے پیچھے اللہ کے رسولؐ بھاری مشک اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر اس خاتون نے مشک لینا چاہی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا وہ جگہ بتایئے جہاں آپ مشک رکھتی ہیں۔ عورت گھر کے اندر لے گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کو اس کی جگہ رکھا، پلٹ کر جانے لگے تو اس بوڑھی عورت نے رسولؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے جوان میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، مگر شکریہ کے طور پر تمہیں ایک مفید مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ رسولؐ اللہ نے اخلاقاً فرمایا ضرور دیجئے۔ کہا دیکھو ہمارے علاقہ میں ایک جادوگر آ گیا ہے، جس کا نام محمد ہے (وہ ابھی تک پہچانتی نہیں تھی کہ مدد کرنے والا کون ہے) دیکھو اس کا جادو ایسا کہ جس پر بھی وہ جادو کر دیتا ہے وہ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کے فریب میں کبھی بھی نہ آنا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرے لئے آپ کے مشورہ پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بوڑھی عورت کی جبین پر شکن پڑی۔ تمہاری بھلائی کے لئے اتنا اچھا مشورہ دے رہی ہوں اور تم انکار کر رہے ہو۔ فرمایا اس لئے ممکن نہیں کہ جس محمدؐ سے آپ دور ہو جانے کا مشورہ دے رہی ہیں وہ محمدؐ تو میں خود ہوں۔ یہ سننا تھا کہ وہ مبہوت رہ گئی۔ سکتہ میں آ گئی۔ تم ہی محمد ہو؟ فرمایا، ہاں میں ہی ہوں۔ اب اس بوڑھی خاتون کے جملے دیکھئے۔ کہتی ہے ''میرے رشتہ دار دیکھ رہے تھے کہ مجھ سے مشک نہیں اٹھ رہی ہے، مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ میرے قبیلہ والے دیکھ رہے تھے مجھے مدد کی ضرورت ہے، مگر مدد نہ کی، لیکن تم نے نہ یہ پوچھا کہ میں کون ہوں نہ میرا مذہب دریافت کیا، بلکہ فوراً مدد کے لئے آ گئے۔ اب میں سمجھی کہ تمہارا جادو کیا ہے۔ تمہارا جادو تمہارا اخلاق ہے، تمہارا جادو تمہارا کردار ہے۔''

اس واقعہ سے جہاں ایک حقیقی مسلمان کے فرائض کا اندازہ ہوتا ہے، وہاں دوسری طرف ان اسلام دشمنوں کے اس پروپیگنڈے کا قلع قمع بھی ہوتا ہے کہ رسول اسلامؐ کے ایک ہاتھ میں

(بقیہ۔۔۔۔۔صفحہ ۲۴ پر)

وصیت قدر لیتی شخصیت سے بے گماں
وصیت میں جھلکتا ذہنیت کا این و آں
وصیت کا صحافی سرخی دیتا اس کو ہاں
وصیت اہل علم و فضل کی ہوتی نشاں
وصیت ایسی دنیا کے لئے معیار ہے
وصیت یہ خرد کا طرۂ دستار ہے
یہاں دیکھیں وصیت نامۂ غفرآں مآبؒ
وہی غفراں مآبؒ اہلِ صفا، جانِ صواب
وہی فکر و نظر سے پیشوائے انقلاب
وہ پہلا مجتہد ہندوستاں کا، حق جناب
شریعت کا محافظ، مصلح ملت بھی تھا
اڑایا تھا خمار سلطنت، مولائی تھا
بنا وہ سربراہِ خاندانِ اجتہاد
فقیہِ عصر تھا، وہ رہبرِ صدق و سداد
ستونِ علم تھا رکنِ قلم، دیں کا عماد
مجاہد عزم کا تھا، آگہی کا اعتماد
اصولی دین کا رہبر، مروج بھی وہ تھا
مجدد وقت کا تھا یعنی احیائی وہ تھا

وصیت نامہ یہ اس نیک بیں کا چھپ گیا
وصیت نامہ ہے نورِ ہدایت سے جلا
اسے دیکھیں، پڑھیں قدسیؔ قلم کا ترجمہ
وہ قدسیؔ شاعر قدسی خیال، اہلِ ولا
وہ عربی، فارسی، اردو کا شاعر، نامی تھا
کوی اودھی کا تھا، بھاشاؤں کا گیانی بھی تھا
وہ فاضل، فخرِ جائس، نازشِ ہندوستاں
وہ عرشیؔ زاد، نیک و امتیازِ شاعراں
وہ مفتاحؔ ہدی، زیرک، سخنور، خوش بیاں
وصیت نامۂ غفراں مآبؒ اس سے عیاں
وصیت نامہ کو اردو کا جامہ دے گیا
سمجھنا کر گیا آسان، تحفہ دے گیا
وصیت نامہ یوں تو خاص ہے بیٹے کے نام
مگر اربابِ ایماں کے لئے ہے یاں پیام
کہ ہر مومن سے روحانی پدر ہے ہم کلام
اشاعت سے ہے اسکی وقت کی خواہش بھی رام
چھپا ہے آج وصیت نامۂ غفراں مآبؒ
٦ ٠ ٠ ٢ ء
چھپا اچھا ہوا آوازۂ غفراں مآبؒ
٧ ٢ ٤ ١ ھ

بقیہ۔۔۔۔۔اسلام اور حقوق بشر

تلوار تھی اور ایک ہاتھ میں قرآن اور انہوں نے اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا۔

آج سے چودہ سو سال پہلے دین اسلام نے صرف انسان ہی نہیں، بلکہ جانوروں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ ایک موقع پر رسول اسلامؐ نے جانوروں کے چھ حقوق بیان فرمائے ہیں (١) جب اپنی منزل پر پہنچو تو اپنی غذا اور پانی کی فکر بعد میں کرو، پہلے اپنی سواری کے جانور کو سیر و سیراب کرو (٢) دوران سفر جہاں کہیں پانی نظر آئے، وہاں جانور کو لے جاؤ (٣) جانور کے چہرے پر نہ مارو (٤) سواری کے جانور پر بیٹھے بیٹھے کوئی دوسرا کام نہ کرو۔ سفر تمام ہوتے ہی اتر جاؤ۔ مثلاً ایسا نہ ہو کہ سواری پر بیٹھے ہوئے آپس میں طویل گفتگو شروع کر دو (٥) جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان نہ لادو (٦) جانور کی طاقت سے زیادہ سفر نہ کرو۔ جانوروں کے سلسلہ میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال اسلام نے رکھا ہے، جن کا زمانہ قدیم میں تصور بھی محال تھا۔

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ٢٠ مئی ٢٠١١ء)

(جاری)